دہشت گردی سے متعلق با اثر حلقوں کی دوہری پالیسی اوراس کے مضمرات

عیدالاضحیٰ کے روز کراچی میں ایم کیوایم کے رکن صوبائی اسمبلی خواجہ اظہار الحسن پر قاتلانہ حملہ ہوا، وہ خودتو بال بال بچ گئے مگر ایک پولیس اہل کار اور ایک کم سن بچہ جاں بحق ہو گئے، جبکہ جوابی فائرنگ میں ایک حملہ آور شدید زخمی ہوکر پکڑا گیا اور مبینہ طور پر لوگوں کے تشدد سے مارا گیا۔ حملہ آور دہشت گرد کی شناخت حسان اسرار کے نام سے ہوئی جو پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور انجینئرنگ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا، جبکہ حملہ آور کا ایک اور ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی شناخت عبدالکریم سروش صدیقی کے نام سے ہوئی اور وہ جامعہ کراچی میں اپلائیڈ فزکس کا طالب علم تھا۔

ان دو افراد کی شناخت کے بعد تفتیشی عمل کے دوران اس گروہ کے جتنے افراد بھی پکڑے گئے ان سب کا تعلق اعلیٰ عصری جامعات سے تھا، مثلاً اس گروہ کا جو سربراہ پکڑا گیا اس کا نام ڈاکٹر عبداللہ ہاشمی تھا اور اس نے جامعہ کراچی سے اپلائیڈ فزکس میں ماسٹرز ڈگری حاصل کی تھی۔ دہشت گردوں کے اس گروہ کا ایک کارندہ کوئٹہ سے گرفتار کیا گیا، جو آئی ٹی یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ ایک اور کارندہ جامعہ کراچی کی اسٹاف کالونی سے گرفتار کیا گیا، وہ لندن کی ایک یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ اور جامعہ کراچی کے کلیہ اسلامک اسٹڈیز کے سابق ڈین کا بیٹا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اس گروہ میں بعض طالبات بھی تھیں جنہیں گرفتار کیا گیا، ان کا تعلق بھی عصری جامعات سے ہے۔

ہم یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ کراچی میں ہی سانحہ صفورہ گوٹھ پیش آیا تھا، اس اندوہناک واقعے میں پچاس کے قریب جانیں چلی گئی تھیں، اس واقعے میں ملوث تمام افراد بھی اعلیٰ عصری اداروں کے تعلیم یافتہ تھے۔ کچھ عرصہ قبل پنجاب یونیورسٹی میں گرینڈ آپریشن کیا گیا تھا، اطلاعات تھیں کہ یہاں بھی دہشت گرد پنپ رہے ہیں۔ یہاں سے بھی کالعدم تنظیموں سے تعلق رکھنے والے طلباء پکڑے گئے تھے۔

یہ ساری تفصیل اس بات کی غماز ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں جاری تشدد اور دہشت گردی کا تعلق کسی

ایک مذہبی گروہ، مسلک یا مذہب سے نہیں بلکہ یہ رویہ پاکستان کے عصری تعلیم یافتہ افراد میں بھی موجود ہے، اس بات کا اعتراف اعلیٰ سیکورٹی حکام کو بھی ہے۔ چند ماہ قبل کراچی میں حساس اداروں کے اعلیٰ اہل کاروں کا ایک سیمینار ہوا تھا، اس سیمینار میں راجہ عمر خطاب جیسے افسران نے شرکت کی تھی، سیمینار کے شرکاء اس بات پر متفق تھے کہ دہشت گردی کا عنصر اب مدارس سے موو کر کے اعلیٰ عصری تعلیمی اداروں اور معاشرے کے پڑھے لکھے طبقے میں میں داخل ہو چکا ہے۔

سانحہ اے پی ایس پشاور کے بعد جب نیشنل ایکشن پلان ترتیب دیا گیا تو اس میں سرفہرست دینی مدارس کو رکھا گیا اور ایک طرح سے نشان زد کر دیا گیا کہ پاکستان میں قائم دینی مدارس العیاذ باللہ دہشت گردی کے اڈے ہیں۔ ہم نے اس وقت بھی مقتدر حلقوں کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ دہشت گردی کو صرف دینی مدارس سے نہ جوڑا جائے، معاشرے کا جو بھی فرد اس مذموم عمل میں شریک ہو اسے کٹہرے میں لایا جائے، مگر بطور ادارہ نہ تو کسی دینی مدرسہ کی ایسی کوئی پالیسی ہے اور نہ ہی پورے ادارے کو ملوث قرار دیا جا سکتا ہے۔ دہشت گرد خواہ مسجد مدرسے میں ہو، خواہ کالج یونیورسٹی میں ہو یا عام افراد میں سے ہو، سب کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھا جائے، مگر بطور ادارہ یا مسلک کسی کو مطعون نہ کیا جائے...... مگر اس وقت ہماری بات سنی اَن سنی کر دی گئی اور پاکستان بھر میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص مدارس کے خلاف آپریشن ہوئے، حتیٰ کہ طالبات کے مدارس میں پولیس نے آدھی آدھی رات میں چھاپے مار کر معصوم بچیوں کو ہراساں کیا۔ چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا۔ حفظ قرآن کے وہ معصوم بچے جو دہشت گردی کے مفہوم سے بھی نا آشنا ہیں، انہیں لائن میں کھڑا کر کے ان کے کوائف لئے گئے اور ان کے سامان کی تلاشی لی گئی۔

کراچی کے حالیہ واقعہ کے بعد حکومتی اداروں کا ایک خاص رویہ کھل کر سامنے آیا ہے۔ ہم آئندہ سطور میں واضح کریں گے کہ مقتدر حلقے دینی مدارس اور ان کے طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے روز پیش آئے واقعے میں ملوث تمام افراد اعلیٰ عصری تعلیم یافتہ تھے، چناں چہ سیکورٹی حکام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور حکومت نے سندھ کے تمام جامعات اور کالجوں کے طالب علموں کی اسکریننگ کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں قومی اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی وہ یوں تھی:

''دہشت گردی کے واقعات میں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ اور اساتذہ کے ملوث ہونے پر مقتدر حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے اور کراچی کے حالیہ واقعہ کے بعد مقتدر حلقوں نے جامعات اور انسٹی ٹیوٹس کے اساتذہ پر نظر رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، تاکہ ان کے شدت پسندی کے رجحانات کا پتہ چلایا جا سکے۔ اس حوالے سے

جامعات اور انسٹی ٹیوٹس اساتذہ کا پورا تعلیمی ریکارڈ اور سیاسی و مذہبی وابستگی جانچی جائے گی اور ایک فہرست مرتب کی جائے گی۔ اس سلسلے میں جامعات کے وائس چانسلرز کو بھی خصوصی ذمہ داری ادا کرنے کو کہا جائے گا۔ ادھر وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے واضح کیا کہ کراچی یونیورسٹی کے طالب علم کا واقعہ میں ملوث ہونے پر اب جامعات کو بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ دہشت گردوں کی افزائش گاہ تو نہیں؟ (روزنامہ جنگ۔ 5 ستمبر 2017ء)

اس خبر کی اشاعت اور سندھ حکومت کے فیصلوں پر جامعہ کراچی میں وائس چانسلر کی صدارت میں اجلاس ہوا، اور انہوں نے عندیہ دیا کہ سیکورٹی اداروں کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے گا۔ جامعہ کراچی کے اس فیصلے کے سامنے آنے کے بعد پاکستان کے مقتدر ترین ادارے سینٹ کے چیئر مین رضا ربانی نے تشویش کا اظہار کیا اور سیکیورٹی اداروں کے اس فیصلے کو نامناسب قرار دیتے ہوئے جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل کو ایک خط لکھا، میڈیا رپورٹس کے مطابق:

''چیئر مین سینٹ رضا ربانی نے جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل کی زیر صدارت گزشتہ روز ہونے والے اجلاس کے فیصلوں کی خبروں پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ کراچی یونیورسٹی کے طالب علموں کا ریکارڈ حساس اداروں کو دینا افسوس ناک امر ہوگا۔ یونیورسٹی طلباء کا ریکارڈ انٹیلی جنس ایجنسیوں کو دیے جانے اور داخلے کے وقت مقامی پولیس اسٹیشن سے کریکٹر سٹرفکیٹ لینا قابل تشویش ہے۔ چیئر مین سینٹ نے لکھا کہ دونوں ادارے ریاست کے سخت ادارے ہیں اور اداروں سے طلبہ کے رابطے کے باعث ان میں بے چینی بڑھے گی'' (روزنامہ جنگ کراچی۔ 7 ستمبر 2017ء)

چیئر مین سینٹ کا خط ملنے کے فوراً بعد جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل نے موقف اختیار کیا کہ:

''طلبہ کا ریکارڈ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو نہیں دیا جائے گا۔ کسی غیر سنجیدہ طالب علم کی وجہ سے پوری جامعہ پر سوال نہیں اٹھایا جاسکتا'' (روزنامہ جنگ 8 ستمبر 2017ء)

سماجی حلقوں میں بھی حکومت سندھ کے فیصلے پر تشویش کی لہر دوڑ گئی اور سوشل میڈیا پر اس فیصلے کے خلاف آراء کا طومار بندھ گیا۔ ''دلیل'' یہی دی گئی کہ کسی فرد کے انفرادی فعل کو پورے ادارے پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تعلیمی اداروں کی توہین اور ان کے تقدس کی پامالی ہے۔ چناں چہ اس احتجاج کے بعد 9 ستمبر کو ڈی جی رینجرز سندھ میجر جنرل محمد سعید نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''انصار الشریعہ کے سات لڑکے کراچی سے ہیں، ان میں تین لڑکے ایسے ہیں جنہوں نے اپلائیڈ فزکس میں ماسٹرز کیا۔ تمام لوگ پڑھے لکھے تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک جامعہ سے نہیں ہے، بلکہ مختلف تعلیمی اداروں سے ہے۔

انہوں نے کہا کہ طلبہ پریشان نہ ہوں، رینجرز یا کسی ادارے نے جامعہ کراچی سے طلبہ کا ریکارڈ نہیں مانگا''۔(روزنامہ جنگ،ایکسپریس،امت،9ستمبر 2017ء)

یہ ساری تفصیل آپ کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہی بات، وہی دلیل جو کل تک ہم مقتدر حلقوں کے سامنے، ٹی وی چینلوں پر، اخباری بیانات کے ذریعے باور کرانے کی کوشش کررہے تھے مگر کہیں بھی ہماری شنوائی نہیں ہوئی اور مدارس دینیہ کو بطور''ادارہ''ہدف قرار دیا گیا اور ان کے خلاف بھرپور کارروائیاں بھی ہوئیں۔اب جب کہ یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے اور خود حکومتی حلقے بھی سمجھ رہے ہیں کہ دہشت گردی کا عفریت عصری تعلیمی اداروں میں سرایت کرچکا ہے، پے درپے واقعات بھی اس کی تصدیق کررہے ہیں، مگر یہاں ہماری ہی دلیل کو نہ صرف تسلیم کیا جارہا ہے بلکہ حکومت سندھ کے فیصلے پر چیئرمین سینٹ نے (جو دمِ تحریر قائم مقام صدرِ پاکستان بھی ہیں) ناراضی کا اظہار بھی کررہے ہیں۔

اب اس رویے کو دوہری اور دوغلی پالیسی نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے؟ دینی مدارس اور ان کے لاکھوں طلبہ اسی ملک کے ادارے اور اسی پاک وطن کے باسی ہیں، ان کے بھی اتنے ہی حقوق ہیں جتنے کہ عصری تعلیمی اداروں کے طلبہ کے......ہم نہیں کہتے کہ سرکاری جامعات کے طلبہ کا ریکارڈ لازماً حساس اداروں کو دیا جائے یا ان جامعات کے تمام طلبہ کی اسکریننگ کی جائے، یہاں بھی ہم یہی کہیں گے کہ سیکیورٹی ادارے صرف ملوث افراد تک اپنا تفتیشی ارتکاز رکھیں۔محض چند طلبہ کی وجہ سے اداروں کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں......ہاں البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہی رویہ دینی مدارس کے ساتھ بھی اپنایا جائے۔دوغلی اور دوہری پالیسی نہ اپنائی جائے، مگر کیا کیجئے کہ عین انہی دنوں جب کراچی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی جاری تھی دینی مدارس کے حوالے سے تشویش ناک خبر آئی، جس نے حکومتی رویے کے دوغلے پن کے تاثر کو مزید گہرا کردیا ہے، آپ خبر ملاحظہ کیجئے:

''آئی جی سندھ اے ڈی خواجہ کی زیرصدارت اجلاس میں سندھ میں قائم دینی مدارس میں اصلاحات متعارف کرانے کے حوالے سے جملہ ضروری اقدامات کا مختلف حوالوں سے جائزہ لیا گیا اور مزید احکامات دیے گئے۔اجلاس میں ایڈیشنل آئی جی سی ٹی ڈی ڈاکٹر ثناءاللہ عباسی، ایڈیشنل آئی جی اسپیشل برانچ ڈاکٹر ولی اللہ دل، ڈی آئی جی ہیڈکوارٹر سندھ، آئی جی فنانس، ڈی آئی جی اسپیشل برانچ، اے آئی جی آپریشنز سندھ، آئی جی ایڈمن سی پی او، اے آئی جی اسٹیبلشمنٹ سندھ کے علاوہ آئی جی لیگل نے بھی شرکت کی۔آئی جی سندھ نے اجلاس میں شریک افسران کو ہدایات دیں کہ صوبے میں قائم تمام دینی مدارس میں اصلاحات کے حوالے سے جامع سفارشات پر مشتمل مسودہ جلد ارسال کیا جائے۔اجلاس کو بتایا گیا کہ اصلاحات کے مطابق سرکاری اراضی پر مدرسہ کا قیام حکومت سندھ